نقش آغاز راشد الحق سمیع حقانی

تحریک طالبان افغانستان سے چند گزارشات

ع خوگر حمد سے تھوڑا سا "گلہ" بھی سن لے

تحریک طالبان افغانستان ملت مسلمہ کے دیرینہ خوابوں کی عملی تعبیر بلکہ یوں کہیے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لے کر برصغیر کی جملہ اسلامی تحریکات خصوصاً دارالعلوم دیوبند اور دارالعلوم حقانیہ کی پیہم شبانہ روز کوششوں کا نتیجہ اور حاصلِ فکر و عمل کا نام ہے۔ یہ تحریک کوئی حادثاتی یا معروضی حالات کے نتیجے کے طور پر اچانک نہیں اٹھی۔ بلکہ اسکی بنیادوں اور خمیر میں کئی صدیوں کی جدوجہد اور لاکھوں شہیدوں کا خون شامل ہے۔ تب ہی یہ عزم و ہمت کی پر شکوہ عمارت آج سربفلک نظر آرہی ہے۔ اور اسکے سامنے اوجِ ثریا آج اپنی تمام تر رفعتوں کے باوجود سرنگوں نظر آرہی ہے اور علماء و مشائخ اور دین دار طبقے کی عزت و ناموس اور قباء و دستار کا شرف' عظمت و افتخار کی کہکشاں سے فروزاں ہے۔

الحمدللہ تحریک طالبان افغانستان نے چھ سالہ اقتدار میں دنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ علماء' فضلاء اور دینی مدارس کے فارغ التحصیل بوریا نشیں نظام حکومت کی پیچیدہ' سیاسی اور نازک ذمہ داریاں بااحسن طور نبھا سکتے ہیں۔ درس و تدریس' مسجد کی امامت اور مدرسے کی نظامت کے ساتھ ساتھ مملکت اور حکومت کی تشکیل ملک و قوم کی تعمیر اور آئین و دستور سازی پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ جو لوگ طالبان کی حکومت کو چند دنوں کی مہمان بلکہ موسمی ہوا سمجھتے تھے اور اسے بچہ سقہ کی حکومت کے ساتھ تشبیہ دیتے تھے۔ طالبان کی پائیدار چھ سالہ دور حکومت نے ان کے خوابوں اور تجزیوں پر اوس ڈال دی ہے۔ الحمدللہ طالبان حکومت کی اب تک کی مجموعی کارکردگی ماضی کی حکومتوں سے زیادہ اچھی' بے مثال اور قابل تحسین رہی ہے۔ امن عامہ کے لحاظ سے اس کی کارکردگی ناقابل فراموش ہے۔ جس کا اعتراف دوست تو دوست دشمن بھی کر رہے ہیں لیکن اب کچھ نئے حالات' داخلی واقعات اور زمینی حقائق اور بین الاقوامی رویوں میں واضح تبدیلی اور عالم

اسلام کی عدم دلچسپی کے باعث چند اصلاحی اقدامات کو قبول کرنا تحریک طالبان کے لئے ناگزیر بن گیا ہے۔ اور وقت کچھ نئے اقدامات اور پالیسیوں کا متقاضی ہے.........

ان سطور سے خدانخواستہ تحریک طالبان پر کچھ بے جا تنقید یا بے مقصد تنقیص مقصود نہیں۔ کیونکہ طالبان ہم سے ہیں اور ہم طالبان سے ہیں۔ دینی مدارس بالخصوص دارالعلوم حقانیہ اور طلباء کا رشتہ ناخن اور گوشت کا سا ہے۔ طالبانِ افغانستان مدارس اسلامیہ کی پہچان ہیں۔ اور ہم اپنی پہچان سے بیگانہ نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ہی یہ برداشت کر سکتے ہیں کہ خدانخواستہ تحریک طالبان ناکام ہو جائے۔ یا اس پر کوئی آنچ آئے۔ اگر خدانخواستہ افغانستان میں تحریک طالبان (خاکم بدہن) ناکام ہو جائے تو اس سے پوری دنیا میں مسلمانوں کی سبکی ہوگی۔ اور تحریکات اسلامیہ کو انتہائی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اور خصوصاً پاکستان میں اسلامی انقلاب برپا کرنا تو کجا اس کی آواز بلند کرنا بھی مشکل ہو جائے گا۔

اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ اب جبکہ کاروانِ طالبان کو چلے ہوئے عرصہ ہو گیا ہے اس لئے ان کو نئے سفر سے پہلے پیچھے کی طرف نگاہ ڈالنی چاہیے کہ اس سفر میں انہوں نے کیا کھویا اور کیا پایا؟ اور اپنے نئے سفر کے لئے تازہ عزم وہمت اور وسیع النظر اور کشادہ ظرف پالیسیوں کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے۔ تب ہی منزل کا حصول آسان اور مفید ثابت ہو سکے گا۔

اس لئے اس سلسلے میں چند مخلصانہ وہمدردانہ گزارشات طالبان کی مادر علمی دارالعلوم حقانیہ اسکے اساتذہ کرام، امت مسلمہ کے بھی خواہ اور دین و طالبان سے گہری وابستگی رکھنے والے عرض کرنا چاہتے ہیں اور الدین النصیحہ کے مطابق اپنے شاگردوں کے سامنے چند تجاویز اور معروضات بھی پیش کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ ان کے آئندہ کے سیاسی اور سفارتی سفر اور پیش آمدہ نئے عالمی اور جغرافیائی حالات میں ان کیلئے مزید آسانیاں اور سہولیات پیدا ہوں۔

(۱) سب سے پہلی چیز تو یہ آپ کے پیش نظر ہونی چاہیے کہ دنیا کا عارضی اقتدار و حکومت آپکا نہ مقصد رہا ہے اور نہ آئندہ ہونا چاہیے اور نہ ہی یہ آپکی اصلی پہچان اور وراثت ہے۔

(۲) آپکی پالیسیوں میں خصوصاً داخلی طور پر بہر صورت لچک رہنی چاہیے۔ یہ آپ کے حق میں انتہائی مفید ہوگا۔ اگر آپ کی پالیسیاں داخلی طور پر بھی پتھر کی لکیر کی مانند رہیں تو کئی خدشات کے

اٹھنے کا امکان ہے۔ کیونکہ تحمل ' رواداری ' حکمت عملی ' قوت برداشت ' لچک اور نرمی کامیاب حکمرانوں کا سب سے بڑا سرمایہ رہا ہے۔ پھر جس شاخ میں لچک کا مادہ نہ ہو تو اسکے ٹوٹنے یا کمزور ہونے کا اندیشہ اور فکر ہر وقت لگی رہتی ہے۔

(۳) قرآن و سنت ' حدود و تعزیرات کی تنفیذ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو جاری کرنا بحیثیت حکمران طبقے کے آپکی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ لیکن تنفیذ احکام میں ادع الیٰ سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة کا پہلو نمایاں ہونا چاہیے۔ اور تدریج کا عمل اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہی اصول 'اسلوب اور طریقہ کار اسلام ' قرآن اور حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کا رہا ہے۔ بعض فروعی اور ثانوی مسائل اور جزئیات میں ضرورت سے زیادہ شدت پسندی عوام میں ناپسندیدگی کی وجہ بنتی جارہی ہے۔ آپ کا عوام اور شہریوں کے ساتھ برتاؤ' سلوک ' رویہ نرم اور اعلیٰ اخلاق پر مبنی اور مصلحت پسندانہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہی آداب حکمرانی کے اصول ہیں۔ پھر آپ دیکھتے جائیں کہ آپ کے اچھے کردار و گفتار علم و عمل ' حکمت و دانش اور صفات حسنہ و اخلاق مزّینہ سے آپکی رعایا خودبخود اس قول کے مطابق مسخر ہو جائے گی کہ الناس علی دین ملوکھم افغانیوں کو بے جا سختی ' تشدد ' دباؤ یا دوسرے شدت پسندانہ حربوں سے قابو نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں اب تک کئی شکایات گاہے گاہے پاکستانی علماء اور خصوصاً دارالعلوم حقانیہ پہنچ رہی ہیں۔ کہ چند ناعاقبت اندیش پہلے یا دوسرے درجے کے طلبہ یا سابقہ کیمونسٹ عناصر دینی طلبہ کا روپ دھار کر تحریک طالبان کو بدنام کر رہے ہیں۔ اور بعض حکومتی کارندوں کے بے تکے احکامات و اقدامات بھی لوگوں کو متنفر کر رہے ہیں۔ ان عناصر کے انفرادی عمل اور منفی کردار کے باعث پوری تحریک طالبان کے مجموعی تاثر اور اعلیٰ مقاصد کے حصول پر حرف آنے لگا ہے۔ یہ صورت ہمیں اور دیگر دین دار طبقوں کے لئے کسی طور بھی قابل قبول نہیں۔ یہ بات آپ کے پیش نظر ہونی چاہیے کہ آپکا ہر اچھا اور برا عمل اور ہر انداز مدارس دینیہ ' علماء کرام اور خصوصاً دارالعلوم حقانیہ کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ ہماری پگڑی اس وقت آپ کے سروں پر ہے۔ اب یہ آپ کے عمل پر منحصر ہے کہ اسے آپ آسمان پر پہنچاتے ہیں یا زمین پر پٹختے ہیں۔ اگر خدانخواستہ آپ سے برے افعال و احکام صادر ہونگے تو خلق خدا اور خصوصیت کے ساتھ مخالفین کی انگلیاں آپ کے مشائخ اور اکابر

کی طرف ہی اٹھیں گی۔ اپنی صفوں سے ایسے دوست نما دشمنوں کو فوراً نکالیں کہ ایسی مچھلیاں پورے تالاب کی گندگی کا ذریعہ بنتی ہیں۔

(۴) خارجہ پالیسی کسی بھی ملک کے لئے ریڑھ کی ہڈی متصور ہوتی ہے۔ اس پر آپ کو بھرپور توجہ دینی چاہیے اور حکمت مومنانہ اور اسلامی سیاست کے مطابق از سر نو اسکا جائزہ لینا چاہیے۔ یہ امر تو طے ہے کہ عالم کفر آپ سے کبھی بھی راضی نہیں ہو سکتا۔ لیکن پورے عالم اسلام سے ساری زندگی علیحدہ اور الگ تھلگ رہنا شاید دیر تک آپ کے لئے ناممکن ہو۔ اور اسکی تازہ مثال قحط کے ایام میں بھی آپ لوگوں سے عالم اسلام کی دوری آپکے سامنے ہے۔ اسلامی ممالک کی تجاویز اور مشورے آپ کو قبول کرنے چاہئیں۔ (اگرچہ اکثریتی مسلم ممالک مغرب کے پروردہ ہیں لیکن معدودے چند مسلم ممالک پھر بھی آپ کے لئے حقیقی ہمدردی اور سچا جذبہ رکھتے ہیں۔) بہر حال علماء و مشائخ عامۃ المسلمین اور ملت مسلمہ آپکی بہی خواہ اور ہمدرد ہے۔ اگر اس طبقہ سے آپ کے لئے کوئی تجویز سامنے آتی ہے تو اس پر کبیدہ خاطر ہونے کی بجائے سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ خارجہ پالیسی میں حضور ﷺ، خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کے یہود و نصاریٰ کے ساتھ کئے گئے معاہدے اور قرار دادیں آپ کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہیں۔

(۵) جہاد افغانستان میں مصروف سات جہادی تنظیموں میں الحمد للہ صرف علماء کی جماعتیں ایسی ہیں جنکا دامن آپس کے باہمی جھگڑوں اور قتل و قتال سے محفوظ رہا ہے۔ مثلاً حرکت انقلابِ اسلامی افغانستان کے امیر مولوی محمد نبی محمدی، مولانا یونس خالص فاضل دارالعلوم حقانیہ اور مولانا جلال الدین حقانی وغیرہ کی مثالیں دنیا پر واضح ہیں۔ یہ حضرات نہ صرف تحریک طالبان کے موید ہیں بلکہ انہوں نے اپنی تنظیمیں اور جماعتیں بھی طالبان کے حق میں تحلیل کر دی ہیں۔ اور آج تک روز اول کی طرح آپ کی حمایت میں مصروف ہیں۔ لیکن تحریک طالبان کے زعماء نے ان سے بھی مکمل رہنمائی اور وہ عملی کام نہیں لیا جو انکی خصوصیت ہے۔ خصوصاً مولانا جلال الدین حقانی طالبان حکومت کے بڑے حامی ہیں اور مخالفین کے خلاف انہوں نے بڑی جدوجہد بھی کی ہے۔ گو کہ وزارت سرحدات کا قلمدان انکے سپرد ہے لیکن اس میں انکی صلاحیتیں کھل کر سامنے نہ آسکیں۔ ہماری نظر میں مولانا جلال الدین کی خدمات، تجربے اور بین الاقوامی تعلقات کے پیش نظر

ان کے لئے صدارت یا دوسرا اہم مرکزی عہدہ ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح مولانا محمد نبی محمدی اور مولانا یونس خالص اور دیگر جید علمائے کرام' اور سابقہ بے داغ کردار کے حامل افغان کمانڈروں کی خدمات سے بھی استفادہ کرنا چاہیے۔ ہم انکی حمایت محض اس بنیاد پر کررہے ہیں کہ ایک تو انکے تجربے سے طالبان ہی کو فائدہ ہوگا اور دوسرا وسیع البنیادی کا نقشہ بھی دنیا کے سامنے واضح ہوسکے گا۔ پھر ایک بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ افغانستان کا پڑھا لکھا طبقہ جس میں ڈاکٹرز' انجینئرز' وکلاء اور دیگر شعبوں سے وابستہ تجربہ کار افراد دھڑا دھڑ افغانستان سے مغربی دنیا میں ایک سازش کے تحت بھیجے جارہے ہیں۔ افغانستان کی مملکت حکومت' معاشرے اور قوم کے لئے یہ عناصر بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ دینی علوم کے ساتھ عصری علوم و فنون پر بھی بھرپور توجہ دینی چاہیے کیونکہ پورا افغانستان مٹی کا ڈھیر بن چکا ہے۔ اسکی تعمیر نو اور دیکھ بھال کے لئے یہ طبقات فرض عین کا درجہ رکھتے ہیں۔

(٦) مخالفین اور شمالی اتحاد کے ساتھ بامقصد اور بامعنی مذاکرات ہر صورت میں حسب سابق جاری رہنے چاہئیں۔ ہماری نظر میں احمد شاہ مسعود تو راہ راست پر آنے والے نہیں اگر اس کے بجائے ربانی' حکمت یار' سیاف اور پیر گیلانی وغیرہ کو بھی باہمی گفت وشنید کی دعوت دی جائے' تو یہ اتمام حجت ثابت ہوگا۔ اس سے احمد شاہ مسعود کی سیاسی اور عسکری قوت کمزور کی جاسکتی ہے۔ یا اگر ان لیڈروں سے گفت وشنید کرنا ناممکن ہو تو پھر ان کے نائبین سے مذاکرات کئے جائیں تاکہ ایک مستقل پائیدار حل کے لئے راہ ہموار ہوسکے۔ دوسرے راستے افغانستان کا حل نہیں ہیں۔ اور نہ ہی یہ افغانستان کے پائیدار امن اور سلامتی کا ضامن ہوسکتے ہیں۔ امریکہ اور عالم کفر کا تو مفاد اس بات سے وابستہ ہے کہ جنگ اور قتال ہر صورت میں طالبان اور شمالی اتحاد کے مابین جاری رہے۔ تاکہ افغانستان نہ کبھی متحد ہو اور نہ ہی وسط ایشیا کے ممالک کے ساتھ طالبان کی سیاسی' سفارتی اور تجارتی روابط فروغ پاسکیں اور ایک وسیع تر اسلامی بلاک بھی تشکیل پانہ سکے۔ یہ چند اصلاحی اور نصیحت آموز درد دل کی گزارشات ہیں جو ہم نے ایک طویل تجزیئے غور وخوض اور عوامی احساسات اور مسلم امہ کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے آپکے سامنے پیش کیں۔ بجائے کبیدہ خاطر ہونے کے یہ آپ کیلئے ایک دعوتِ فکر ہے۔ ربنا لا تذغ قلوبنا بعد اذهديتنا و هب لنا من لدنك رحمة.

٥٥٠